

# زبان دانی

اردو زبان سکھانے والی بہترین کتاب

اردو زبان کے مبسوط و مستند قاعدے  
فصح و غیر فصیح لفظ کی عام استعمال تحقیق

مصنفہ

مولانا خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

حسب فرمایش

مرزا سدا علی خجستہ لکھنوی

باہتمام

سیٹھ کسری لال سیٹھ پرنٹرز

نول کشور پریس لکھنؤ چھپا

بار دوم ایگزٹ جلد

ستمبر ۱۹۱۹ء

قیمت ۶

# علمی ادبی اسلامی کتب

۵۰	قرار اللغات محاورات اردو کالغت مع امثال نظم قیمت
۵۱	مشاطہ سخن - اساتذہ کی اصلاحی مجموعہ مصنفہ و صفہ مرزا پوری
۵۲	بزم سخن - شعرائے ہند و عجم کے قصہ طلب اشعار مصنفہ و صفہ مرزا پوری
۵۳	لغات کشوری - فارسی اور عربی الفاظ کالغت اردو زبان میں
۵۴	بہار ہند - اردو زبان کی اصطلاحات کالغت
۵۵	زر کامل العیار - (اردو ترجمہ) فن عروض کی بہترین کتابا بہتر ترجمہ شیخ علی سیر
۵۶	قواعد جامعہ - مرزا جعفر اچ مرچوم خلف مرزا میر مرحوم کے صہنی قاعدے
۵۷	ردوائعات انیس - شاعرانہ اعتراضات تحقیق معنوی
۵۸	رد موارنہ - مولانا شبلی کی علمی غلطیاں
۵۹	فلسفہ شاعری - مصنفہ پروفیسر مرزا محمد امدادی بی اے
۶۰	تذکرہ میر انیس - مصنفہ مزاج دہوی
۶۱	خلاصہ تاریخ اودھ - شاہان اودھ کے معتبر حالات
۶۲	تاریخ حریت ابجد - حروف مفردات کی تاریخ
۶۳	چراغ حکمت - اقوال حکماء سلف
۶۴	انجیر نیل بک - ٹھیکہ دامان مستری اور تعمیر عمارت شوقین کے قابض
۶۵	طیہ نوآزمی - قواعد طبع نوآزمی کی بمثل کتاب
۶۶	گلشن سخن - حضرت خلیفہ لکھنوی کا ابتدائی کلام
۶۷	ترتیب اطفال - بچوں کے اخلاق درست کرنے کی بمثل نظم مصنفہ کمال مرحوم
۶۸	لکھنؤ دوی - حضرت میلان کا ایک عقد

# رِسَالۃٔ زَبَانِ دَانِی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا کی حمد امکان بشر سے باہر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف احاطہ تقریر سے افزوں۔

کمترین خلائی نام آشنائے حروف و حرکت خواجہ محمد عبداللہ عشت لکھنوی پریڈنٹ انجمن چٹہ سخن مدرہ ضلع گیا عرض ہو کہ اردو کا خزانہ قسم قسم کے جواہر سے بھرا ہوا ہے لیکن آج تک جوہر شناسان سخن نے اس کے اقسام کو الگ الگ کر کے نہیں دکھایا ہر کس و ناکس کو شناخت میں وقت پڑتی ہے۔ انٹری نیسلم کو یاقوت اور یاقوت کو نیسلم کہہ دیتے ہیں۔ تو ان کی کوئی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ اس لیے ایک مختصر رسالہ ”زبان دانی“ کے نام سے لکھا جاتا ہے۔ اگر ملک نے پسند کیا اور لوگوں کے لیے مفید ہوا تو مصنف کو اپنی محنت کا صلہ مل جائے گا۔

## اُردو کا بیان

اُردو زبان کو دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اگر کچھ ناز و فخر ہے تو اس سبب سے ہے کہ ایک مذبذب زبان سنسکرت کی نسل سے ہے۔ پہلے سنسکرت تحریر اور ترمیم ہو کر بھاکا کا نام سے پکڑی گئی۔ اُس وقت ہندوستان کے صوبے صوبے کی زبان الگ الگ تھی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ کشمیری۔ بہاری اور خدا جانے کیا کیا نام تھے۔ بھاکا میں ان سب زبانوں کے الفاظ داخل ہونے لگے۔ بھاکا نے تمام چھوٹی چھوٹی زبانوں کو پاک و صاف کر کے اپنی ذات برادری میں شامل کر لیا۔ اور یہاں تک ترقی کی کہ اُسے عوام سے عام تک ہونے لگے۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ بھاکا کے ٹھیکٹے الفاظ لوگوں کو ثقیل معلوم ہونے لگے۔ حرکت و رابطہ نے دوسری صوت اختیار کی۔ مصدروں اور صیغوں نے نیا لباس پہنا۔ اسمانے تبدیل ہیئت کی تو اس کا یا لپٹ نے ایک دوسرا نام اختیار کیا اور لوگ اُس کو پہلے ہندی پھر اُردو پکڑنے لگے۔ بھاکا کا خانِ نعمت اس وسیع زبان کا پیٹ نہ بھر سکا۔ تو بضرورت اسما دوسری زبانوں سے چھی لیے گئے۔ اور عربی۔ فارسی۔ ترکی انگریزی الفاظ کچھ تو تبدیل اور تقلیل کے بعد بلائے گئے۔ اور کچھ بجنسہ داخل ہو گئے۔ لیکن بہتر بھی ہو

کہ جہاں تک ہجو بھاسکا کے فصیح الفاظ تنافر اور غربت سے خالی ملیں دوسری زبانوں کا احسان نہ اٹھانا چاہیے۔ کیونکہ اس سے زبان میں زیادہ فصاحت آتی ہے اور ہندوستان کے لیے بھی زیادہ مفید ہے۔

## اُردو الفاظ کی شناخت

کلیہ۔ جس لفظ میں ہائے مخلوطہ ہے وہ خاص اُردو ہے جیسے گھر۔ گھاس۔ گھوڑا۔ اور جس لفظ میں ٹڑا ہو وہ بھی نرا اُردو ہے۔ جیسے توڑنا۔ سڑنا۔ بڑا۔

ایک مخصوص علامت اُردو کی یہ ہو کہ اُس میں غیر ملفوظ کوئی حرف نہیں آتا۔ جو کہتے ہیں دہی بولتے ہیں۔ اور سب حرف اپنی پوری پوری آواز دیتے ہیں۔ جیسے کہنا۔ بولنا۔ ٹوٹنا۔

نجات دوسری زبانوں کے جن میں غیر ملفوظ بھی آتے ہیں جس لفظ میں غیر ملفوظ حرف ہو۔ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہے۔ جیسے خوش۔ خواہش۔ خواری۔ خود اور درخت فارسی الفاظ ہیں۔ بالکل۔ فی الفور۔ فی الحقیقت۔ زکوٰۃ۔ بالآخر عربی الفاظ ہیں۔ ایجنٹ۔ ایگریمنٹ۔ انگریزی الفاظ ہیں اور ملفوظی غیر مکتوبی کوئی حرف نہیں آتا۔ جیسے اللہ۔ فوراً۔ لہذا کہ۔ ذلک عربی ہیں اور کوئی حرف اپنی نوعیت کے خلاف

بھی آواز نہیں دیتا جیسے عیسیٰ موسیٰ۔ ادنیٰ اعلیٰ دعویٰ  
 حق کہی، گھٹتے ہیں اور الفت پڑھتے ہیں یہ الفاظ عربی  
 ہیں اردو ہیں ضمہ مجھوں اور معرفت دونوں کا استعمال  
 الگ الگ ہے۔ جیسے دور نور ضمہ معرفت سے اور  
 زور۔ شور ضمہ مجھوں سے۔ لیکن اچھ فرس میں ضمہ مجھوں نہیں  
 وہ لوگ ہر ایک لفظ کو معرفت بولتے ہیں شیر دودھ کے  
 معنی پر معرفت بولتے ہیں اور ضیغ کے معنی پر مجھوں مگر  
 اہل عجم دونوں کو معرفت بولتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے  
 اں کے شیر است کا دم میخورد  
 واں کے شیر است کا دم میخورد

ث۔ ڈ۔ ژ۔ اردو کے مخصوص حرف ہیں ان میں سے  
 ث۔ ڈ۔ انگریزی الفاظ میں بھی آتے ہیں۔ لیکن فارسی عربی  
 ترکی میں کوئی حرف نہیں آتا۔ ث۔ ح۔ ص۔ ض۔ ط۔ نون  
 ح۔ یہ حروف تخص عربی زبان کے ہیں۔ اردو میں کوئی  
 حرف نہیں آتا۔ ق۔ بھی عربی کا مخصوص حرف کہا جاتا ہے  
 لیکن یہ اردو اور ترکی میں بکثرت آتا ہے۔ جیسے طراق  
 طراق۔ چاقو۔ قوام۔

اہل عجم کہتے ہیں کہ عرب کی مداخلت سے ایلا  
 فارس میں تئیر پیدا ہو گیا اور عربی کے مخصوص حروف

فارسی میں کئے جاسکتے۔ جیسے اسفہاں کو اصفہاں  
 تہران کو طهران۔ شست کو شدت۔ س کو ص۔  
 نفس کو ففس۔ لکھنے لگے۔ اسی طرح اور الفاظ بھی جیسے طبل  
 طمانچہ۔ طنبورہ۔ طمطراق۔ طوطی۔ ژ اردو میں نہیں آتا یہ صرف  
 مخصوص فارسی الفاظ کے لیے ہے۔ یہ جو بعض لوگ  
 اُٹھانا۔ اولٹنا۔ پورا نا۔ ہونچنا۔ اودھر۔ اونکو اونسکو۔ گودام  
 اوجالا۔ واؤ معدلہ سے لکھتے ہیں۔ یہ خلاف تلفظ زبان اُردو  
 ہے۔ ان میں واؤ نہ لکھنا چاہیے۔

بعض لوگ گاڑی لکھتے ہیں اور گاڑی پڑھتے ہیں۔ گڑھ  
 لکھتے ہیں اور گرھ پڑھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف قاعدہ ہے۔ گڑھ  
 اور گاڑی۔ لکھنا چاہیے۔ تشدید اُردو کے مصادر میں نہیں  
 آتی۔ جیسے جاننا۔ ماننا۔ چھاننا اور چننا دونوں سے لکھے جاتے  
 ہیں۔ لیکن اسما مشدو آتے ہیں۔ اچھا۔ ناکر۔ بھٹی۔ طٹی  
 گھٹی۔ گنا۔ انا۔ اور افعال جیسے چکھا۔ رکھا۔ اُٹھا۔ لکھا۔

فصح اُردو کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ فارسی اور عربی  
 الفاظ کو نہایت مجبوری اور اشد ضرورت کی حالت میں لیتی ہو  
 اور جو لفظ اُس کو اپنی زبان کا ملتا ہے دوسری زبان کا نہیں  
 لیتی اگر لیتی ہے تو ترکیب اضافی میں جس میں مغایرت قائم  
 رہے۔ جیسے آنکھ۔ کان۔ ناک۔ اُردو کے الفاظ ہیں انہیں فارسی

میں چشم۔ بینی گوش کہتے ہیں۔ اب کوئی اہل ہند یہ نہیں کہتا کہ میری بینی لمبی ہے۔ گوش مناسب ہیں۔ چشم بڑی ہو۔ بلکہ اس طرح بول سکتے ہیں کہ ناک لمبی ہو۔ کان مناسب ہیں۔ ناک بڑی ہے۔ اور کہیں ضرورت کمر استعمال کی ہوگی تو بہ ترکیب اضافی لکھیں گے۔ جیسے بینی دراز۔ گوش مناسب۔ چشم کلاں اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ اُردو دوسری زبان کے لفظ کو کس مشکل سے قبول کرتی ہے۔

## اُردو کی فارسی عربی صرف نحو سے مغایرت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُردو صرف نحو عربی فارسی صرف نحو کے تحت میں ہے لیکن بات یہ ہو کہ اُردو میں جو فارسی عربی کے الفاظ آتے ہیں ان کی مطابقت فارسی عربی صرف سے ہو سکتی ہے۔ محض ہندی الفاظ کی ترکیب بیاہ کرن کے تابع ہے جو سنسکرت صرف نحو کی معتبر کتاب ہے عربی اور فارسی میں حروف روابط پہلے آتے ہیں۔ اور مربوط پیچھے۔ جیسے فی الحقیقت من حیث الاصوات عربی میں اور فارسی میں از من۔ بن درخانہ۔ ان میں۔ فی۔ من۔ آذر جو حروف روابط ہیں اپنے مربوط سے پہلے آتے ہیں لیکن اُردو میں ایسا نہیں ہے۔ اس میں حروف روابط لفظ کے آخر میں آتے ہیں۔ جیسے کتاب کو اُردو سے آخر تک پڑھو۔ اس میں



کو۔ سے۔ تک۔ اپنے مربوط کے آخر میں آئے۔ اسی طرح فارسی میں موصوف پہلے آتا ہے اور صفت پیچھے اور صفت موصوف میں اضافت کا تعلق رہتا ہے جیسے قلب سیاہ۔ جس میں روشن لیکن اُردو میں صفت پہلے آتی ہے اور موصوف پیچھے۔ جیسے کالا کوٹ۔ شاندار کپڑے۔ بٹرل تانگہ۔ عربی فارسی میں مضاف پہلے آتا ہے۔ مضاف الیہ پیچھے۔ جیسے پسر زیر۔ نور لعل۔ اُردو میں مضاف الیہ پہلے آتا ہے جیسے زید کا لڑکا۔ آنکھوں کی روشنی عربی میں واحد تشنہ۔ اور جمع ہے فارسی میں ایک سے پونے دو تک۔ واحد ہے۔ دوسرے جمع شروع ہوتی ہے اُردو میں ٹھہر تک واحد ہے اور پونے دو سے جمع شروع ہوتی ہے۔ فارسی میں تانیث و تذکیر بعض اسما سے ظاہر ہوتی ہے جیسے مردوں اسپادیان اُردو میں ٹونٹ و تذکر حقیقی اور غیر حقیقی دونوں آتے ہیں۔ فارسی میں مستقبل ہمیشہ ماضی سے بنایا جاتا ہے جیسے خواہد آمد۔ خواہد آرد۔ اُردو میں ہمیشہ مضارع سے مستقبل بنایا جاتا ہے جیسے آئے گا۔ لائے گا۔ بعض لوگوں نے اُردو کی تصریف بقاعدہ فارسی استعمال کرنے کی کوشش کی۔ جیسے رہنا جو اُردو کا مصدر ہے اُس کے امر کے آخر میں ایش اضافہ کر کے رایش حاصل مصدر بنالیا۔ مگر عام لوگوں نے اس ترکیب فارسی آئیر کو ناپسند کیا۔ اِس لیے اُس کا استعمال غلط مان لیا گیا اور ضعیف

اصطیاط کی۔ ہندوستان کی اس مستند زبان کو غیر زبانوں کے دستِ ہِرد سے محفوظ رکھنے کا عمدہ اصول یہ ہے کہ اس کو غلط آمیزش سے بچایا جائے۔

## تصرفات کا بیان

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُردو والے اہل زبان نہیں اُنکی زبان بہت سی زبانوں سے مرکب ہے اس لیے ان کو غیر زبان میں تصرف نہ کرنا چاہیئے ہمارے نزدیک یہ اعتراض بجا ہے کیونکہ اُردو بذاتِ خود ایک مستند اور مبسوط زبان ہے اور حیطہ اُردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہیں اور اہل ہند کے تلفظ کے موافق ترسیم اور تحریف کے بعد مرکب ہوئے ہیں اُسی طرح سریانی سے عبرانی اور عبرانی سے عربی۔ عربی سے فارسی غرض کہ تمام دنیا کی زبانیں تعلیل و تبدیل سے ہم دیگر مرکب ہوئے وضع ہوئی ہیں اور یہ سب غیر زبان میں تصرف کرتے ہیں اُردو بھی السنہ مختلفہ ہندی اور بچ بھاکا سے تبدیل و تعلیل ہو کر وضع ہوئی ہے۔ اس لیے اہل اُردو بھی صاحبِ زبان ہیں اور اُن کو بھی تصرف عام کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن تصرف عام جو نہ تصرف عوام۔ تصرف عام کی بہت سی قسمیں ہیں ایک تصرف لفظی جیسے آم جو انہ سے تصرف کر کے مہند بنالیا گیا ہے۔ خر بوزہ جو

خر پرہ سے تصرف کر کے مند بنالیا ہے ان میں حدود  
بل دیے ہیں اور معنی وہی ہے ہیں جو فارسی میں ہیں  
یا جیسے آچار سے آچار آنچورہ سے آنچورہ تاوا سے تاوا میٹوار  
سے میٹوار۔ جاجم سے جازم۔ چتر سے چتر۔ پیر سے چہر۔ احاطہ سے  
حاطہ۔ دستوانہ سے دستانہ دیباچہ سے دیباچہ

یا تصرف بالفظ۔ بالحرکت جیسے سر بالفتح کو بالکسر سر بنالیا حلو ان بضم  
کو حلو ان بالفتح بنالیا ہے تصرف معنوی یہ ہے کہ ایک لفظ کسی  
زبان کا لیکر اُس کے معنی بدل دیں جیسے اوقات جو عربی لفظ ہے  
اور وقت کی بھیج ہے اردو میں سجاوٹ مفرد حیثیت کے معنی پر  
بولاجاتا ہے۔ اُس نے اپنی اوقات سے زیادہ بہت کی جملال  
عربی لفظ ہے اور معنی جائز شرعی کے ہیں اردو والے ذبح  
کے معنی پر بولتے ہیں

حلال کر تو سہی امتحان کر لینا

منہ عربی لفظ ہے اور اُس کے معنی احسان کے ہیں جیسے  
میں آپ کا منت پذیر ہوں یعنی احسان مند ہوں لیکن اہل ہند  
نے اُسے عاجزی کے معنی پر استعمال کیا ہے۔ جیسے میں نے  
بہت منت کی لیکن اُس نے منظور نہ کیا۔ غریب نادار کے  
معنی پر عربی ہے مگر مفلس۔ نادار۔ نیکیخت کے معنی پر ہند ہے  
عرصہ عربی میں میدان کے معنی پر ہے لیکن اردو کے نصیحات

دیر کے معنی پر ہند بنالیا ہے بخار کے معنی عربی میں دھڑکیں کے  
 ہیں لیکن اُردو ولے تپ کے معنی پر بولتے ہیں۔ ان ہند الفاظ  
 کی تحقیق اور تصحیح کلام متقدمین و متاخرین زبان دانان ثقات اہل  
 سے کرنا چاہیے۔ اور الفاظ عربی و فارسی و خیل کی تصحیح لغات اہل عرب  
 اور عجم سے اور کلام شعراے اہل عرب و عجم سے لیکن تصریح عجم  
 کو جو عربی اور لاطینی سے غیر زبان میں ہوتا ہے ناچار در غلط اور  
 جب لیسٹ ہے۔ جیسے چبہ کو چندہ ناحی کو بے ناحی۔ جانکا کو  
 جگنا۔ خالص کو خالص۔ محرم کو نامحرم۔ تابع کو تابعدار۔ مزاج شریف کو  
 مجاز شریف۔ سخت کو سخت۔ سخت کو سخت۔ کباب کو کواب۔ جبرمانہ کو  
 جبرمانہ۔ ڈھانکنا کو ڈھانپنا پھٹانا کو پھٹانا۔ تنبا کو تنباخہ۔ کب کو کد  
 ناخن کو ناخون۔ چمکنا کو چمکنا۔ ناچار کو ناچار۔ اوجالا کو اوجالا

## حذف ترخیم تخفیف کا بیان

حذف سے مراد ہے لفظ سے حرف کا کم کرنا۔ اگر حرف آخر سے  
 کم کیا جائے تو اُس کو ترخیم کہتے ہیں اگر حروف مشد ساکن کے  
 ہلکا کیا جائے تو تخفیف کہتے ہیں بعض لفظوں کی تخفیف شعرا  
 نظم میں اپنی آسانی کے واسطے جائز کر لی ہے۔ لیکن نثر میں  
 بالکل ناجائز ہے۔ اور گفتگو میں بھی جائز نہیں ہے جیسے لفظ میل  
 ضمیر واحد متکلم ہے اُس کی رے اگر اکرا بنا لیا ہے سے ناسخ

مرا سینہ شوقِ آفتابِ داغِ بھراں کا  
 طلوعِ صبحِ محض چاک ہے میرے گریباں کا  
 میں کہ ترخیم کر کے آخر سے دین گرا دیتے اور خالی میمِ ضمیر کے  
 سنی میں ہوتے ہیں لیکن لکھتے سب حرف ہیں۔ یہ بھی تھمت  
 شاعرانہ ہے۔ گفتگو اور نثر میں ناجائز ہے۔ جلال  
 آرزو ہے کہ میں لوگوں وہ کہیں  
 جانے دے چھوڑ بھی داماں میرا  
 مجھے اور مجھکو کا وہ گرا دیتے ہیں۔ یہ قاعدہ نثر و نظم دونوں میں  
 جائز ہے اس لیے کہ عموماً مجھ کو اور مجھے بولا جاتا ہے۔ تمک کا  
 لام حذف کر کے تمک بنا لیا ہے اور یہی زیادہ فصیح مان لیا گیا  
 ہے۔ رکھا۔ رکھنا کے معنی۔ اُس کا کات مشدود ہے لیکن اساتذہ  
 قدیم نے باتحفیف بھی نظم کیا ہے۔ ناخ  
 غش مجھے آیا جو میں پہنچا دردِ دلدار پر  
 پاؤں کے بدلے رکھا سرسایہ دیوار پر  
 اساتذہ حال اکثر مشدد نظم کرتے ہیں۔ جلال  
 دنیا کا رہا عشق میں اک بت کے نہ دیں کا  
 رکھا مجھے کافر نے یہیں کا نہ وہیں کا  
 سچ کو تحفیف کر کے پہ بنا لیتے ہیں نثر میں ناجائز ہے اور نظم  
 میں بھی غیر فصیح ہے۔ خواہ وہ زیر۔

گدھی جو کوہن پہ وہی یاں جو سر زشت  
 ہے ایک حال تھوہ مانہی و حال کما  
 تیر ہی خمیر واحد حاضر ہے اس کی رمی کو حذف کر کے تری  
 انعم میں ماتے ہیں سہ جلال  
 بڑے ہیں لاکھ ہرے جہیم لیکن  
 تری رہے بہت بار بڑی ہے  
 اسی طرح تیر کو تیرے تیرے۔ نظم کرتے ہیں۔ مگر شریں  
 لکھنا یا گنگو میں پوننا خلان فصاحت ہے۔ یہاں کی (د) کو حذف  
 کر کے یاں بولتے ہیں۔ یہ بھی غیر فصیح ہے۔ اور اکثر لوگ ہاں بولتے  
 ہیں۔ اسے کو حذف کر دیتے ہیں یہ خلان فصاحت ہے جیسے  
 میرے ہاں آئیگا۔ لیکن ہاں ایک مستقل لفظ ہے جو افراد کے  
 معنی پر اردو میں مستعمل ہے پانچواں اسم مذکر ہے اسکو تخفیف کر کے  
 پانسو بنا لیا ہے عدد کو جب ترکیب دیتے ہیں تو حرف عطف کو حذف  
 کر دیتے ہیں۔ جیسے ایک۔ اور تیس کو اکتیس۔ ایک کی دس گرا دی  
 اور جو حرف عطف تھا اسکو بھی حذف کر دیا۔ تیس اور ساٹھ کو ترسٹھ  
 بنا لیا چار اور دس کو چودہ۔ سات اور دس کو سترہ بنا لیا۔ یہ سب  
 مخدوفات جاز اور فصیح ہیں۔ جب دو کلموں کو ترکیب دیکر ایک  
 مستقل کلمہ بنانے ہیں تو کلمہ اول و آخر میں جتنے حرف علت اور حرف  
 اضافت ہوتے ہیں ان کو گرا دیتے ہیں۔ جیسے ہانی کا گھاٹ تھا اسکو

یہ نیکٹ بنایا پن کا طرز تھا اسکو بن ڈہہ کہنے ہیں۔ کئی علم کھی  
 دو کلموں کو ترتیب دیتے ہیں تو سرت کلمہ اول کے مرتبہ عشت  
 گرا دیتے ہیں جیسا گسیار کہ اصل گھاس یا را تھا۔ کس کٹا بواہل  
 کٹان کٹا تھا۔ بٹریو بٹریو جو اصل میں بھاڑ بھونچا تھا۔ اس متبع میں حص  
 عوام الناس مفرد الفاظ کے حروف علت کو گرا کر پڑتے ہیں جو بال  
 غلط اور وجہ صحت ہے۔ جیسے بازار کو بازار لاکھوں کو لکھوں گا کہ  
 کو گھک۔ دروازہ کو دروزہ۔ برابر کو بربر۔ جاگنا کو گھنا۔ لیکن فارسی  
 الفاظ میں ایسا قاعدہ جائز ہے۔ جیسے بادشاہ کو بادشہ  
 گناہ کو گنہ۔ سیاہ کو سیہ۔ تباہ کو تبہ۔

کبھی جب دو کلموں کو مرکب کرتے ہیں تو کلمہ اول کے حرف علت  
 گرنے کے بعد کلمہ اول کے آخر میں اور کلمہ آخر کے اول میں اگر دو  
 حرف ایک جنس کے ہیں تو کلمہ اول کے حرف آخر کو حذف  
 کر دینگے جیسے ہمار کہ اصل میں لوہا اور ہار سے بنایا گیا ہے ہار  
 ایک کلمہ ہے جو فائدہ فاعل کا دیتا ہو لوہا کے حرف علت لائیے  
 تہہ رہ گیا۔ لہہ ہار میں دو حرف ایک جنس کے تھے کلمہ اول  
 کے آخر حرف کو گرا کر لہار بن گیا۔

لوہو خون کے معنی پر قدام استعمال کرتے تھے حال کے  
 فصحا نے تخفیف کر کے لوہو بنالیا اور یہی فصیح ہے سودا۔  
 عکھو تو کیوں کہے ہو مے ہک مرغ کا تیری کب سہتیں مے لوہو سی بھری

جاگہ۔ قدما جاگہ بولتے تھے حال کے فصحا نے تخفیف کر کے  
 جگہ بنالیا ہے اور یہی فصیح ہے رع میر  
 یہ سراسر سونے کی جاگہ نہیں بیدار رہو  
 لڑکپن کا حروف علت تخفیف کر کے لڑکپن بنالیا اور یہی صحیح ہو

## فصیح اور غیر فصیح کا بیان

فصیح وہ لفظ ہے جو ثقات اساتذہ حال اور زباناں و امان  
 صحیح المذاق اور عام اہل زبان کے کانوں کو بھلا معلوم ہو دوسری  
 تعریف یہ ہے کہ متناظر اور غزابت کے عیب سے خالی ہو اور محض  
 قیاس لغوی نہ ہو۔ جس لفظ میں ثقل اور بھونڈاپن ہے وہ متناظر  
 میں داخل ہے ثقل کی کئی صورتیں ہیں۔

اول۔ ایک جنس کے دو حرفوں کا قریب قریب آنا۔ جیسے ٹھونڈھٹنا  
 بھابھی۔ بھاکھا۔ ٹھٹھا چھاجھ۔ ان میں ہائے غلوٹھ نے آکر ثقل پیدا  
 کر دیا تھا۔ فصحا نے حرف آخر کو گرا کر ٹھونڈھٹنا۔ بھابی بھاکھا۔ ٹھٹھا  
 چھاج بنالیا۔

دوسرے۔ حرف زاید کا آنا جیسے آن کے۔ بیٹھا کے کہ اصل میں  
 آ کے اور بیٹھا کے تھا حرف زاید سے بھونڈاپن پیدا  
 ہو گیا تھا۔ فصحا نے اُسے ترک کر دیا۔

تیسرے۔ ساکن حرفوں کا یکجا ہونا جیسے۔ کورٹ۔ کارڈ کہ تلفظ



دوسرے خدیت تھا فصاحت کو رٹ۔ کارٹ۔ حرکت دوم بنالیا۔  
 چوتھے۔ کسی صوت کا آخر میں آکر ثقل پیدا کرنا۔ جیسے جھونٹ  
 کلمہ۔ ٹھاٹھ۔ سینگہ۔ ان کے حروف آخر کو فصاحت گرا کر جھونٹ  
 کل۔ ٹھاٹ۔ سینگ بنالیا۔

پانچویں۔ دم کے الفاظ جیسے دھوانا۔ گوانا۔ رکھوانا۔ رشک  
 دیکھو نزاکت آپ کی دھوکے آئینہ  
 گولتے ہیں ضما دھاسے کے عکس پر

یہ سب الفاظ حدِ تنافر میں داخل ہیں اور فصاحت نے انکو ترک  
 کر دیا ہے۔ غراہت کی تعریف یہ ہے کہ جو لفظ کم بولا جاتا ہو اور  
 جسکے معنی سے کان آشنا نہ ہوں اور زباں سے مانوس نہ ہو  
 اس کو لکھنا۔ عربی اور فارسی کے مہول الفاظ کو شامل کرنا۔ مون

سراسا چشم آنباک ہوئی

آرزوے نظارہ خاک ہوئی

آنباک کی ترکیب اگرچہ ازروے معنی صحیح ہے لیکن یہ لفظ

زبان اردو سے بہت غیر مانوس ہے اور مہول الاستعمال ہے۔

اسی طرح لفظ افرع جو شیخ ناسخ نے نظم کیا ہے۔

رگڑتا ہے سراپناک توتیرے آستانے پر

سبب یہ ہے جو اے خورشید تاباں ماء افرع ہو

یا لفظ نضا باء ناسخ

وہ چمک ہے ترسے ہاتھ میں بوسہ نہیں  
 جو تھکا ہوا ہاتھ میں کھاتا باجوسیا  
 یہ سب الفاظ غیر مانوس اور قلیل الاستعمال ہیں۔

یا جیسے مارکنڈے پران میں لکھا ہے اُس نے شول اٹھا کر  
 بی بی جی پر پھینکا۔ اس میں شول سنسکرت زبان کا اردو کے لیے  
 ایک غریب لفظ ہے اور اردو میں اُس معنی کا لفظ برجھا بوجھا  
 ہے۔ یا جیسے لفظ میں ہرین اردو کے لیے ایک غریب لفظ ہے  
 اُس جگہ پر۔ دلبر۔ دلربا۔ دل بہلائی والا بول سکتے ہیں۔ کلیان  
 ٹھٹھٹ۔ ہندی لفظ ہے گرا اردو میں ایک غریب لفظ ہے۔ اسی  
 معنی پر بھالا ایک ہندی کا لفظ اچھا ہے جس کا تمام استعمال  
 ہے یا ایسے ہی اور عامیانیہ الفاظ جیسے کھانے۔ تلے نیچے کے  
 معنی پر اردو میں غریب الفاظ ہیں۔ اور ان سب میں غرابت ہو۔  
 مخالف قیاس قوی وہ الفاظ ہیں جنہیں عوام الناس نے  
 اپنی جہالت سے محنت و نکت کے خلاف کسی حروف کو بدل دیا  
 ہو یا حرف کی کسی حرکت کو بدل دیا ہو یا کسی لفظ کو بے قاعدہ  
 حرف بنالیا ہو جیسے کم کو کستی کہنا اس سبب سے کہ کم ایک  
 اسم صفت ہے۔ قی علامت ماضی تمنائی مؤنث ہے جیسے  
 جتنا۔ تھنا۔ کی ماضی تمنائی جہتی تھمتی صحیح ہے۔ اسی قیاس پر  
 لوگوں نے کم کے ساتھ بھی علامت ماضی تمنائی لگا کر کستی بنالیا

اور یہ اصولاً نخط ہے۔ اس لئے کہ اسم کے ساتھ صیغے کی علامت لگانا اور اُس کو بجائے اسم استعمال کرنا خلاف قیاس لغوی ہے۔ یا جیسے ڈھانکنا کو ڈھانپنا بولنا۔ چکنا کو چھٹنا بولنا۔ روغن فارسی لفظ ہے اُس کو بقاعدہ عربی مرغن بولنا خلاف قیاس لغوی ہے۔

## فصح اور اوضح

اگر ایک لفظ دو طرح بولا جاتا ہے یا مراد الفاظ میں ہم کو یہ دریافت کرنا ہو کہ دونوں میں اوضح کون ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ ہم اہل زبان نقات اور عام خواندہ اہل زبان کی (جن کا شین قاف درست ہے) گفتگو پر غور کریں گے اور کان لگا کر سنیں گے کہ ان لوگوں میں کس لفظ کا استعمال فی زمانہ زیادہ ہے۔ جو لفظ زیادہ مستعمل ہوتا ہوگا اُسی کو اوضح کہیں گے کبھی بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ فصیح تر لفظ مخالف قیاس لغوی بھی ہوتا ہو مگر ہم کو کثرت استعمال کی وجہ سے قبول کرنا پڑتا ہے۔ جیسے دھاگا جو باعتبار لغت ایک فصیح لفظ ہے۔ اور فصحا اُس کو براہر بولتے ہیں۔ مگر کچھ زمانے سے اُس کی صورت استعمال بدل گئی ہے زیادہ تر زبانوں پر تاگا پایا جاتا ہے۔ اس لیے تاگا اوضح ہے اکھیرنا۔ اکھاڑنا۔ دونوں بولتے ہیں۔ مگر حید محل کے علاوہ اکھاڑنا

زیادہ مستقل ہے اس لیے یہی فصیح تر ہے۔

پہننا کی متعدی پہنانا از روے قاعدہ تصریعت صحیح ہے  
لوگ پہنانا بھی بولتے ہیں مگر صورت اول زیادہ فصیح ہے۔

دیکھنا کی متعدی دکھانا ہے لوگ دکھلانا بھی بولتے ہیں۔ مگر  
اول کو ترجیح ہے بتانا مصدر متعدی ہے اس کو بتلانا بھی  
کہتے ہیں۔ مگر اول انفع ہے۔

دبنا مصدر لازم ہے اس کی متعدی دابنا اور دبانا دونوں  
بولتے ہیں۔ مگر آخر زیادہ فصیح ہے۔

جھکھول اسم صفت ہے اسے جو کلم بھی بولتے ہیں اور یہی فصیح ہے  
ذرا اسم صفت ہے اس کو بعض ذری بھی بولتے ہیں مگر انفع  
اول ہے سیکھنا مصدر متعدی ہے اس کی متعدی المتعدی  
سکھلانا بھی کہتے ہیں۔ مگر سکھانا زیادہ فصیح ہے اور متاعده  
صرف سے بھی یہی ہے۔

نٹنی اور ٹٹی دونوں بولتے ہیں مگر کسر اول فصیح تر ہے۔

چھڑاؤ، چھڑ دوں بولتے ہیں مگر راء فارسی سے اخذ ہے۔

کوٹھڑی اور کوٹھڑی دونوں بولتے ہیں مگر راء فارسی سے

انفع ہے۔ تاک فارسی ہے توں ہندی مگر عام زبانوں پر  
اول کا استعمال زیادہ ہے۔ اس لیے وہی انفع ہے۔

تیراگ اور پیراگ دونوں مستعمل ہیں مگر پیراگ انفع ہے۔

پیر اور پانوں دونوں بولتے ہیں مگر پانوں افسح ہے

## کون کون حرف امالہ قبول کرتے ہیں

وہ مستقل مذکر اسماعربی فارسی اُردو جنکے آخر الف یا الف مقصود عربی آتا ہو۔ اردو ترکیب جڑوں ربطا آنے سے یا واحد کو جمع بنانے کے لیے امالہ قبول کرتے ہیں۔ جیسے کتا۔ کتے۔ بندہ۔ بندے۔ دعویٰ۔ دعویٰ۔ لیکن اعلام امالہ قبول نہیں کرتے۔ جیسے خدا عیسیٰ۔ موسیٰ۔ مرتضیٰ۔ ارتضا۔ اصطفیٰ۔

بعض لوگ اگرہ کو اگرے اور کلکتہ کو کلکتے لکھتے ہیں۔ یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض رشتے امالہ قبول نہیں کرتے۔ جیسے دادا۔ نانا۔ چچا۔ بھوپا۔ ابا۔ انا۔ دادا۔ بعض لوگ باپ دادے کہتے اور لڑتے ہیں۔ یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض عربی الفاظ۔ اقتضا۔ مدعا۔ ادنیٰ۔ اعلیٰ۔ سدا۔ نشا۔ عمدہ۔ امالہ قبول نہیں کرتے۔ لیکن بعض لوگ غلطی سے عمدے لکھتے ہیں۔

بعض الفاظ دریا۔ صحرا۔ راجہ وغیرہ نادائق لوگ راجے لکھتے ہیں جن کے آخر میں عین ہے اُن کے ماقبل حروف ربطا آنے سے بجائے (می) کے کسرہ قبول کرتے ہیں۔ جیسے مجمع میں۔ مطیع کو منقطع پر۔ اُن کو (رے) سے لکھنا خطا ہے۔

کلیہ جمع عربی کے تمام الفاظ امالہ قبول نہیں کرتے جیسے

اقتیا۔ انبیا۔ اولیا۔ شرفا۔ فضلا۔ نجبا۔ مکلا۔

کلیہ کوئی مونث اسم یا بے مہول سے امالہ قبول نہیں کرتا تمام  
مصادر امالہ قبول کرتے ہیں مگر جمع کے موقع پر نہیں بلکہ استعمال  
حرف ربط کے لئے۔

کلیہ اُردو کے تمام اسماء جن کے آخر میں الف ہو امالہ قبول  
کرتے ہیں مگر چند اسمائے صفت جیسے ذرا۔ سدا۔

کلیہ اگر دائرہ اسم باہم اضافت فارسی رکھتے ہیں تو امالہ قبول  
نہیں کریں گے۔ جیسے خدائے خانہ انجن خدام کعبہ۔ مرد دیوانہ اختیار  
مالکانہ۔ اس کو اسطرح بولیں گے۔ مرد دیوانہ فرار ہو گیا۔ خدائے خدائے پوچھ  
محل انجن خدام کعبہ کا جلسہ ہوا تھا۔ تم کو اختیار مالکانہ حال ہیں۔  
ایک لفظ جیسے بادرچی خانہ۔ دولتکدہ۔ امام باڑہ۔ امالہ قبول کرتے ہیں  
لیکن جب کہ جزو آخر اسم ہو اور جزو اول حرف تو ایسے اسماء امالہ  
قبول نہیں کرتے۔ جیسے بیفائہ۔ اگر دو اسموں میں حرف عطف فارسی  
ہے تو کسی حرف عطف کو گرا کر امالہ کریں گے۔ جیسے آب و دانہ۔  
اسے اس طرح بولیں گے۔ انسان آب و دانہ سے مجبور ہے۔

فارسی کا اسم فاعل اور کوئی اسم مفعول امالہ قبول نہیں کرتا جیسے  
دیدہ شنیدہ۔ دانہ۔ انبیا۔ توانا

## جواز عطف اور اضافت

فارسی میں مضان و مضان الیہ میں ایک اضافت کا

تعلق رہتا ہے۔ جیسے نسخۂ اکسیر خانہ زنجیر بانگ ناہوس۔ اسی طرح  
 صفت موصوف میں بھی ایک اضافت آتی ہے۔ جیسے قلب سیاہ  
 دل روشن۔ اردو میں ایسے جے کثرت سے مستعمل ہیں۔ اس  
 تقلید میں لوگوں نے ایک نئی چیز ایجاد کی یعنی اردو انگریزی الفاظ کو  
 اضافت دینا شروع کی۔ جیسے پہاڑ عظیم۔ اڈویر وطن اس پر  
 اعتراض یہ ہے کہ جب اضافت اصول زبان اردو زبان انگریزی  
 کے خلاف ہے اور اردو لفظ کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں اضافت کے  
 حوت آتے ہیں اور پہاڑ کی فارسی کوہ اور اڈویر کی عربی دیر موجود  
 تھی تو اُس میں خلاف قاعدہ زیر کیوں دی اور کوہ عظیم۔ دیر وطن  
 کیوں نہ کہا اور بعض ایسے اعلام جن کا بدل فارسی اور عربی میں  
 کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ جیسے لکھنؤ۔ دہلی۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ  
 لکھنؤ اور دہلی کو مضادات الیہ بنا سکتے ہیں جیسے دیار لکھنؤ۔ شہر  
 دہلی۔ لکھ سکتے ہیں اور اسی طرح رشتہ داران کشمیر جہانہ کافہ رشتہ دار  
 اصول پادہینٹ لکھنا جائز ہے نیز کہ یہ سب اعظام ہیں اور مضادات الیہ  
 واقع ہوئے ہیں۔

گوش اور باب سخن کان جو ہر ہر نے

تجربہ فرمایا اگلے طبع ان کے دل میں

عینہ دلائل اس پر تیار۔ یہ ہر طرح کے مضادات الیہ واقع ہوئے۔

ایک مہر ہے کہ جن لفظوں کو اصل فارسی نے مصدر

بنالیا ہے اور اپنی زبان میں اضافت دیکر استعمال کیا ہے ان کو  
مضات اور مضات الیہ بنایا جائے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ جیسے  
تبا کو کسیدنی۔ برگ تمبول۔ راجہ گوانیار۔ اسکے لیے یہ قاعدہ ہو کہ  
ہم کو تقلید اہل عجم کرنا ہوگی۔ اور جو الفاظ مستند اہل عجم نے  
یہ اضافت لکھے ہیں ہم بھی یہ اضافت لکھ سکتے ہیں۔

اسم نکرہ ہندی کہ جس کا بدل فارسی میں موجود ہو مضات الیہ  
بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ جیسے شدت دھوپ۔ اس کا جواب یہ ہے  
کہ نزد فصحا ایسی اضافت ناجائز ہے۔

عطف کا قاعدہ یہ ہو کہ اعلام میں عطف لانا ناجائز ہے جیسے دلی لکھنؤ  
لیکن اردو اسلئے نکرہ میں اضافت ناجائز ہے۔ جیسے کتا دلی۔ ڈنڈی دہلی  
اسم اول اردو۔ اسم دوم فارسی ہے تو بھی عطف ناجائز ہے  
جیسے ٹٹی وغبار۔ ٹٹک۔ دوکوچ۔

## نہی۔ امر۔ اور نفی کا بیان

نہی ایک حرف ہے جو مشعر ہے نہی اور زرار نہی لیا گیا  
ہے فارسی دالیں نے سحرکت سے نہی لفظ کو لیا ہے دتے اور  
نا۔ بولتے ہیں۔ انگریزی نہی جی نہی سے لیا ہے۔ ہرف اور ناٹ  
بولتے ہیں عربی نے نہی سے اخذ نہیں کیا کہ وہ لا اور لیس بہت میں  
اور میں یہ حرف کبھی نفی نہیں کہتا بہت سے جیسے وہ شرم



سے اپنا حال نہیں کہتے۔ کبھی اسم بنکر انکار کے معنی دیتا ہے جیسے وہ برابر نہیں نہیں کرتے رہے۔ یا اس نہیں سے کیا فائدہ۔ مصدر کے ساتھ نفعت ہو کر نہ بن جاتا ہے۔ جیسے تم نہ آنا تم نہ جانا۔ تم نہ اٹھنا۔ نفی فعل میں کہیں نہیں اور کہیں نہ بولتے ہیں۔ مگر نہی۔ امر میں ہمیشہ نہ بولنا چاہیے۔ جیسے تم نہ آؤ۔ تم نہ جاؤ بعض لوگ صیغہ مثبت میں حرف نفی لگا کر بولتے ہیں جیسے آؤ نہ بیٹھو نہ۔ کھاؤ نہ۔ چلو نہ، یعنی آؤ، بیٹھو، کھاؤ، چلو، بعض اساتذہ نے اس طرح نظم و نشر میں لکھا ہے لیکن یہ قاعدہ صرف کے خلاف ہے اور اب متروک ہے۔

## حرف فاعل کا بیان

فاعل جملے میں سب سے پہلے آتا ہے اگر فاعل کے ساتھ مفعول نہیں ہے تو فاعل کے بعد کوئی حرف علامت نہیں آتا جیسے میں آیا۔ میں گیا۔ میں اٹھا۔ میں بیٹھا۔ میں چلا۔ اس کو فعل لازم کہتے ہیں۔

اگر فاعل کے ساتھ مفعول بھی آتا ہے تو ماضی مطلق میں صرف (نے) علامت آتی ہے۔ جیسے میں نے کھایا۔ دل نے کہا۔ چچا نے جواب دیا۔ اس فعل کو متعدی کہتے ہیں۔

ماضی قریب میں بھی علامت آتی ہے جیسے میں نے کہا ہے

لوگوں نے مشہور کیا ہے۔

ماضی بعید میں بھی علامت آتی ہے جیسے حکم صادر کیا تھا۔  
ماضی احتمالی میں بھی علامت آتی ہے جیسے تم نے سنا ہوگا  
میں نے کہا ہوگا۔

بعض متعدی مصدر ایسے ہیں جن کی ماضی مطلق ماضی تثنائی  
ماضی قریب ماضی بعید میں بھی علامت نہیں آتی۔ جیسے لانا  
مصدر متعدی ہے لیکن اُس کے کسی صیغے میں (نے) نہیں  
آتا۔ جیسے میں لایا۔ وہ لایا۔ تم لائے۔

بعض الفاظ ایسے ہیں جو متعدی اور لازم دونوں ہوئے  
جاتے ہیں جیسے شرانا۔ اس میں چاہو علامت فاعل لاؤ چاہے نہ لاؤ  
جیسے اُس نے اگلا قصہ یاد دلایا تو میں بہت شریا۔ اور میں نے  
اپنے اگلے پیچھلے قصے یاد دلادلا کر اُس کو بہت شریا۔ استدا  
فاعل کی علامت کو اکثر محذوف کر دیتے تھے۔ جیسے میں نے  
دیکھا۔ میں نے سنا۔ لیکن اب ناجائز اور غلط ہے۔

بعض لوگ لازم میں بھی فاعل کی علامت لاتے ہیں میں نے  
آنا تھا۔ میں نے کمانا تھا یہ بالکل ناجائز ہے۔

بعض ماضی سے مفعول میں بھی (نے) لگا دیتے ہیں جیسے  
میں نے سبق یاد کرنا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ مجھے سبق یاد کرنا ہے۔  
سبق متعدی میں بھی فاعل کی علامت آتی ہے جیسے

میں نے اُن کو بہت روپیہ دلوا دیا۔  
فارسی میں کوئی علامت فاعل کی نہیں آتی۔

## حروف مفعول کا بیان

حروف مفعول وہ ہیں جو اپنے مستقل معنی نہ رکھتے ہوں اور اُن کی تصریف نہ ہو سکے اور دوسری لفظوں سے مل کر اپنے معنی بتاتے ہوں اور وہ دو حرفی بھی ہوتے ہیں اور زیادہ بھی اُن کی بہت سی قسمیں ہیں اور وہ فعل کے معنی کو اسم سے ملاتے ہیں ”میں“ ایک حرف جو مفعول فیہ میں فی اور در کے معنی پر آتا ہے۔ فی عربی کا حرف ہے لیکن اردو میں اکثر جملوں کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے فی الحقیقت۔ فی الواقع۔ فارسی ”در“ کبھی کبھی جملوں میں آتا ہے۔ جیسے در گزرنا۔ در آنا۔ لیکن یہاں حرف کے معنی نہیں لیے جاتے بلکہ در گزرنا در آنا ایک مستقل مصدر ہے۔ ہاں در حقیقت در صورت میں حرف کے معنی دینا ہر اُردو میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس نے در فارسی کو عربی الفاظ کے ساتھ لیا ہے۔ اُردو میں تو در کا ترجمہ سابق کے انشا پر از سچ لہذا انداز کے لگتے تھے۔ جیسے آمد سبز پری کی تیج سبھا کے سے امانت

آفت آجا لگی تجھ پر ہی اک آن کے بیچ  
آمدی زاد کا کیا کام پرستان کے بیچ

لکھنؤ کے اندر اسکو اس قدر فروغ ہو گیا کہ کوئی دہلیتند نہ تھا جس کی سرکار میں کوئی داستان کو مقرر نہ ہو۔ اب ایسے محل پر بیچ کا اور اندر کا استعمال قطعی متروک ہے۔ لیکن ان کا محل استعمال جُدا جُدا ہے اور وہ اسم کی حالت میں ہے۔ جیسے اندر بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہو باہر آؤ۔ بیچ سے ہٹ جاؤ۔

میں ظرفیت کے لیے آتا ہے ظرف زبان ہو یا ظرف مکان اکثر مفعول فیہ کے بعد آتا ہے۔ جیسے علانیہ مجمع میں اپنے جرم کا اقرار کیا۔ دو دن میں کام ختم کیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لانی۔ کبھی سے کے محل پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے درخت میں باندھ دو۔ یہاں میں مفعول معہ کے معنی دیتا ہے۔ اُردو میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ کبھی کبھی منظوف کو ظرف بنا لیتے ہیں۔ جیسے پاؤں میں جوتا ہے اس میں پاؤں منظوف ہے یوں کہنا چاہیے تھا کہ جوتے میں پاؤں ہو انگلیوں میں انگوٹھیاں ہیں۔ لیکن عقلی قاعدے سے انگوٹھیوں میں انگلیاں ہیں کہنا چاہیے تھا۔ اسی کا نام محاورہ ہے۔

میں کبھی کو کے معنی پر آتا ہے۔ جیسے یہ گھڑی کتنے میں دو گے یعنی کتنے کو دو گے۔ یہاں میں مفعول بہ ہے۔

میں کبھی ظرف مجازی پر بھی آتا ہے۔ جیسے ہنسی ہنسی میں رو دیئے۔ کبھی فارسی کا حرف (ب) میں کے معنی اُردو میں دیتا ہے جیسے بظاہر تو وہ اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کبھی الف بھی یہی معنی

دینا ہے۔ جیسے ظاہر اُن کا خیال صحیح ہے۔ کبھی تنوں سے یہی  
معنی نکلتے ہیں جیسے حقیقتاً اس میں کوئی خرابی نہیں۔

میں کا خلافت محاورہ استعمال بھی اکثر نادقت کر جاتے ہیں  
جیسے دن میں آنا۔ رات میں آنا۔ اگرچہ یہ اصول قواعد کے خلافت  
نہیں مگر محاورے کے خلافت ہے اور نصحا کے کلام میں کہیں  
نظر سے نہیں گزرا اس لیے واجب ترک ہے۔ اسی طرح بعد میں  
بھی خلافت محاورہ اور قابل ترک ہے۔ نصحا اس موقع پر بعدہ  
اور اس کے بعد بولتے ہیں، جیسے اُس کے بعد مولوی امیر علی  
امیٹھی کے رہنے والے اُس کے انتقام پر مستعد حد سے زیادہ ہوئے۔  
یعنی غرض یہ ہے کہ رات میں دعا قبول ہوتی ہے دن میں سوراہنا  
بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ رات کو دعا قبول ہوتی ہے دن کو سوراہنا۔

بعض مقام ایسے ہیں جہاں مفعول معہ یعنی سے اور مفعول فیہ  
یعنی میں دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں جیسے ۱۔ جلال کئی  
دل تم اس شمس کو دیتے ہو جلال اس کا چرچا تو کرو احباب میں  
پر لب لبول جو کاٹا صیاد خوب کشتی تراخ بالی میں  
بے نکالے ہوئے اک بوز کل جا بیگی خود تنگ آئی ہو بہت تیری تمنا دل میں  
یہاں سے بھی بول سکتے ہیں۔

میں کا غلط استعمال بھی لوگ کرتے ہیں جو خلافت فصاحت ہے  
جیسے مجھ میں اُن میں مطلق تعارف اور شناسائی نہ تھی یہاں

میں غیر فصیح ہے۔ اس طرح بولنا چاہیے۔ مجھ سے اُن سے مطلق تعارف  
 و شناسائی نہ تھی۔ سے کے تین ماخذ ہیں، ایک ساتھ کا بگڑا ہوا  
 حرف ہے اور معہ کا ترجمہ ہے اور مفعول کے لیے آتا ہو فارسی  
 میں اس موقع پر باستعمل ہے دوسرے سیتی کا مخف ہوا جواز کا  
 ترجمہ تھا تیسرے ایسے کے حرف حذف کر کے سے بنالیا ہو اگر یہ غیر فصیح  
 ہے۔ یہ سے درحقیقت حرف صفت ہے اور اُس کے معنی مانند  
 کے ہیں جیسے اسیر

کون عشق چشمِ جاناں میں نہیں ہو ناتواں  
 فرس پر عسلی پڑے رہتے ہیں خود بیمار سے  
 سے میں کے معنی پر بھی آتا ہے اسیر  
 نیز غیوں کو لذت پسندِ خاطر ہے کہ تیغ اُس نے بھجائی ہو لبِ جوں سے  
 گلوں کی سیر کو گلشن میں ہم گئے تھاکر لپٹ لپٹ گئے کانٹے ہمارے اُن سے  
 سے سبب کے معنی پر بھی بولتے ہیں اسیر  
 غصہ نہ کھا کہ تیرے ہی حق میں ہے کچھ ضرر  
 ہوگا شکم میں دردِ غذا کے ثقیل سے  
 قبلہ عالم کی برکت سے شہرِ رشک گلزار تھا۔  
 سے کبھی حرفِ اذعانیت کے معنی میں بھی آتا ہے  
 ہے بے ثبات منزلِ سستی کی رو سے سفر  
 آواز آ رہی ہے یہ کو سرحیل سے

اسے اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوس رحیل کی آواز آرہی ہو  
 ساتھ کے معنی پر بھی آتا ہے جیسے ۵ اشیر مرقوم  
 رونق افزا ہو اگر نرم میں جلوہ تیسرا  
 شمع گرمی نہ کرے جھپ کے پروانے سے  
 استعانت کے معنی پر بھی جیسے تم سے ہمارا کام ہو سکے گا۔  
 سے۔ تہا کے معنی پر جیسے ۵ اشیر  
 وصف کرنا ہے رقم مجھ کو تراے بحرِ حسن  
 چاہئے مسطر بناؤں آنسوؤں کے تار سے  
 آئے اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنسوؤں کے تار کا مسطر بناؤں  
 ابتدا کے معنی پر جیسے ۵ اشیر  
 فائدہ کیا تجھے اے بُت مرے ترسانے سے  
 اُٹھ کے کعبہ کو چلا جاؤں گا بتخانے سے  
 سے کا ایک ابتعال اور بھی ہے جیسے سب سے پہلے شبلی نعمانی نے  
 انتقال کیا۔ مگر یہ غیر فصیح ہے یوں کہنا چاہئے سب کے پہلے  
 شبلی نعمانی نے انتقال کیا۔ اس طرح سب کے پیچھے تم آئے یا  
 سب سے بعد تم آئے یہ بھی غیر فصیح ہے سب کے پیچھے سب کے  
 بعد فصیح ہے۔ اس لیے یہاں سے حرفِ صفت واقع نہیں ہوا ہے  
 سب سے بہتر کام تم نے کیا۔ یہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ یہاں سے  
 صفت ہے اور موصوف کے ساتھ آیا ہے سب سے اچھا سب سے

عمدہ۔ سب سے نفیس کسنا چاہیے۔ ترکیب اضافی کے بعد بعض موقع پر سے لانا غیر فصیح ہے۔ جیسے سرشام سے اُلو بولتا ہے۔ کیونکہ یہاں تعین وقت ہے۔ لیکن اگر ابتداء سے وقت کے معنی پر لکھا جائے تو جائز اور فصیح ہے۔ جیسے سرشام سے دل دھڑکتا ہو اپنا یا سرشام سے اُلو بولنے لگتا ہے۔ تعین کی حالت میں اس طرح بولنا چاہیے۔ سرشام اُلو بولتا ہے۔

بعض موقع پر لوگ (ے) کے بدلے ساتھ بولتے ہیں۔ جیسے یہودی کے ساتھ بحث ہوئی۔ یہ غیر فصیح ہے۔ اس طرح بولنا چاہیے یہودی سے بحث ہوئی۔ ساتھ کا موقع یہ جو سرے آدمی کے ساتھ جاؤ تک یہ صحت تک کا مخفف ہے لام کو حال کے فصحا نے اگر ادیا ہے۔ عربی میں ادلی اور فارسی میں تا اس کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے اس کے معنی قریب تر اور نزدیک کے آتے ہیں جیسے عبادت کرتے کرتے خدا تک پہنچ گیا۔ ع۔

ہیں خاک نشیں ہم بھی ضرور آئیں گے ہم تک

اور کبھی حد و انتہا کے۔ جیسے اب کہاں تک سمجھاؤں سے اسیر زنجیر تعلق سے مرا پاؤں نہ بھلے ہو فاصلہ دو گام کا ہستی سے عدم تک اور کبھی حصر کے جیسے اس کے عزیز تک دشمن ہیں سے اسیر اے ترک ہے کیا ذکر مے طائر دل کا  
چھوٹا نہیں نادرک سے ترے عیدِ مرم تک



یہ آیت واسطے مفعول (لہ) کے واسطے آتا ہے۔ عربی میں صرف لام اور فارسی میں برائے آتا ہے۔ برائے کا لفظ اُردو میں کم آتا ہے۔ جیسے یہ شعر برائے بیت ہے۔ برائے خدا را بھی لیتے کے معنی پر آتا ہے۔ جیسے خدا را لئے کی مثال جیسے میں نے اسے خدا کے لیے پیسہ دیا ہے۔ سبب بھی اسی معنی پر آتا ہے۔ بیچ کے سبب اس نے کھانا نہیں کھایا۔ مائے بھی اسی معنی پر آتا ہے۔ بھوک کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ بدولت بھی آتا ہے۔ آپ کی بدولت روپیہ ملا۔ واسطے۔ ع

فضل کریا رب محمد مصطفیٰ کے واسطے

کو علامت مفعول بہ کی ہے۔ اس کا ترجمہ عموماً مفعول متعدی معروف ذی روح میں علامت آتی ہے۔ اور غیر ذی روح میں نہیں لیکن خاص خاص صورتوں میں اس کے خلاف بھی ہوتا ہے اگر جملے میں دو مفعول میں ایک غیر ذی روح۔ دوسرا ذی روح ہو تو علامت کا لانا ضروری ہے جیسے "قیصر کو دیے تھے داغ اس نے" بی بی کو چھیچھڑے کھلاؤ۔ قیدی کو کھانا کھلاؤ۔ بندر کو روٹی دو۔ سحر بنایا ہے خدا نے ان بتوں کو اپنی صُوت پر

جب کوئی لیتے کے معنی پر آتا ہے تو علامت لانا ضروری ہے جیسے روٹی کو روتا ہے۔ کام کو جاتا ہے۔ یعنی روٹی کے لیے روتا ہے۔ یہ حکم میں مفعول لہ کے ہے

**قاعدہ۔** اسم کے آخر میں اگر ایسا الف ہے جو امالہ قبول کرتا ہو تو امالہ کرنے کے بعد اگر مفعول واحد مقصود ہے تو علامت کا لانا ضروری ہے جیسے اس شقے کو کھولو۔ باورچی خانہ کو دیکھو۔ کتے کو مارو۔ لیکن اگر مفعول جمع مقصود ہے تو علامت نہیں آتی۔ جیسے آپ نے سب نقشے دیکھے۔ اور جب امالہ نہ کریں گے تو علامت مفعول حذف ہو جائیگی جیسے کتا مارا۔ باورچی خانہ دیکھا۔

ماضی مطلق کے صیغے میں جب مفعول آتا ہے تو ذمی روح ہو یا غیر ذمی روح علامت کا لانا ضرور نہیں جیسے منہ دکھایا گھونگھٹ اٹھایا۔ شیر پکڑا۔ بھڑیا دیکھا۔ بلی باندھی۔ روٹی کھائی دروازہ کھولا۔ شور باپا۔ دسترخوان بچھایا۔ لیکن جب اہم کے آخر ایسا الف ہو جو امالہ قبول کرتا ہو تو الف کو تے سے بدلنے کے بعد علامت مفعول ضرور لائیں گے۔ بھڑیے کو پکڑا۔ شو بے کو پیا۔ اگر اسم کو جمع بولنا منظور ہو گا جب بھی علامت کو حذف کر دیں گے جیسے بھڑیے پکڑے مگر ذمی روح ناطق میں علامت ضرور آئے گی جیسے عورت کو دیکھا۔ آدمی کو پکڑا۔ لونڈی کو مارا۔ بی بی کو چھڑکا۔

کلیہ اگر جمع واو نوں سے کرنے کے تو اسمائے ذی روح غیر ذمی روح میں علامت مفعول ضرور آئے گی۔ عام اس سے کہ وہ کبھی صیغے میں آئیں جیسے کتوں کو باندھا۔ بلیوں کو کھولو۔ تصویروں کو لگاؤ اسم عدد کی جمع اس سے مستثنیٰ ہے۔ جیسے ہزاروں روپیہ برباد

کرتا ہے۔ برسوں بیکار رہا۔ لاکھوں مدعی۔ سوختہ خرمین ہو گئے  
ظنِ زبان کی جمع میں بھی علامت نہیں آتی جیسے برسوں  
رہا کیا۔ مہینوں بیکار رہا۔ ٹکٹوں راستہ دیکھا گیا۔

غیر ذی روح فعل امر اور مضارع میں علامت منقول نہیں  
لاستے۔ جیسے کتاب لاؤ۔ ٹوکر اٹھاؤ۔ لیکن جب جمع میں اسم ظن  
آئے گا تو علامت کا لانا اچھا ہے مثال سے خواجہ وزیر

جی میں آتا ہے تری تیغ کو دل میں رکھوں

ایسی لیلے کو بھی چاہیے محلِ متاعِ تل

یہاں تیغ غیر ذی روح ہے۔ رکھوں صیغہ مضارع ہے لیکن

دل اسم ظن ہے۔ اس سبب سے علامت لانا پڑی۔ لیکن  
اس طرح کبھی بعض ضمایں لکھا ہے بول طاق میں رکھو تلو۔

میان میں کرلو۔

غیر ذی روح جملے میں وہ منقول ہوں گے تو علامت ضرور

آئے گی سے خواجہ وزیر

نقشِ قدمِ یار کی دیکھو تو صفائی

آئینہ دکھاتا ہے عروسانِ جہنم کو

سحرِ رخسار۔ برست کو جائیں ہوتے ہوئے عیشِ باغ کے

جولانی سے

شاہِ کربلا کی نیمِ بزمِ خیر سے  
بہارِ فرح لے ہو پتھر چٹا لو خنجر کو

”دولت کو لاکھ چھپاؤ چھپتی نہیں“

قاعدہ۔ صفت کے ساتھ جب مفعول آتا ہے تو اکثر علامت نہیں آتی۔ جیسے تازہ کھانا کھایا کرو۔ باسی روٹی نہ کھانا۔

اسم فاعل کو جب اسم مفعول متعدی معروف بنائیں گے تو علامت ضرور لائیں گے۔ جیسے قاتل کو گرفتار کرو۔ ترقی خواہ کو یاد کیا۔ رونے والے کو مارو۔ اگر مفعول ذمی روح اور فعل ماضی قریب ہے تو اکثر علامت آتی ہے۔ جیسے قاضی کو بلایا ہے۔ آدمی کو بھیج دیا ہے۔ اس طرح بھی بولتے ہیں کہ آدمی بھیج دیا ہو دونوں میں افسح صورت اول ہے۔

کوئیے کے معنی پر بھی آتا ہے۔ تخرع  
جانور اُس گُل کے صدے کو اگر درکار ہو

کو طرف کے معنی پر بھی آتا ہے۔ تخرع  
محمول کچھ نہیں ہے تخرع سر ٹپکنے سے دِصنم نہ کھلے گا سدھائی نے گھر کو

کو سے کے معنی پر بھی آتا ہے۔ تخرع  
جونید آتی ہے مجھ کو تو دل یہ اتنا بغیر بار لگے گی نہ بیٹھ بستر کو  
تخرع آنکھیں لگی ہیں چھت کو تیرا انتظار ہے

کو کی کے معنی پر ہے تخرع  
اسق رعدہ خلافی سے بھرا منہ اپنا تم نے بھی نہ جگہ یار قسم کھانے کو  
اگر اسم ذمی روح ہے اور فعل مرکب ہے تو علامت کا لانا

ضرور ہے جیسے بی کو کھول دو۔ آدمی کو پکار لو۔ جافد کو پانی  
 پلا دو۔ بندر کو روٹی دیدو۔ پیٹھ پیچھے بادشاہ کو برا کہتے ہیں  
 جب جگہ میں چند مفعول آتے ہیں تو بعض ضمایں  
 علامت کا الگ الگ لانا ضروری خیال کیا ہے۔ اسیر  
 کس شخص سے دوست اس لب شیریں کا کیجئے  
 نسبت نہیں نبات کو شکر کو قند کو  
 مگر اساتذہ حال متفق ہیں کہ علامت صرف ایک جگہ لائی جائے  
 جیسے بکری۔ بندر۔ بکچہ کو باندھ دو۔

اگر مفعول متعدی میں علامت فاعل کی ہے تو علامت کا  
 لانا نصیح ہے۔ جیسے ایک نے دوسرے کو نہ پہچانا۔ آفتاب کو  
 خدا نے روشنی دی۔ اسیر  
 کس کی آنکھوں نے یہ گلشن کو کیا میخانہ

اگر مفعول میں اضافت توصیفی ہے تو علامت کا لانا ضرور  
 ہے۔ جیسے

ہر فینے ہلال ابرو کو جھک کے تسلیم ہونے کی  
 ع صبیحہ ہے خدا سے پاک کو۔

آتش سے

سمجھتا یا نہ اسے آتش سمجھتا دل مضطرب کو سمجھا یا تو ہوتا  
 تیرے اگر اعدائے تو نہیں تیرے تو خدا سے پاک کو۔

ضروری نہیں ہے۔ جیسے چراغ مراد روشن دیکھا۔  
حقیقت حال بیان کی۔

بعض اس لئے ظن جب مفعول ہوتے ہیں تو علامت ضرور  
آتی ہے۔ جیسے رات کو خواب دیکھا۔ دن کو سوا۔ شام کو کھانا  
کھایا۔ دوپہر کو جاتا ہوں۔ صبح کو غسل کرتا ہوں۔ اس کو بے  
علامت بولنا غیر فصیح ہے۔ کہ رات خواب دیکھا۔ دن سوا  
شام کھانا کھایا۔ دوپہر جاتا ہوں۔ صبح غسل کرتا ہوں۔ اور  
اس میں علامت ظن لگانا بھی غیر فصیح ہے۔ جیسے رات  
میں خواب دیکھا۔ بعض اس لئے لکھا ہے ع جلال  
رات اُن سے شوق وصل میں جب ہم لپٹ گئے  
گلاب متبرک ہے۔

ضمیمہ مفعول میں علامت کئی قسم کی آتی ہے واقعہ میں اس  
یا اسے مجھ کو یا مجھے۔ تجھ کو یا تجھے دونوں استعمال کر سکتے ہیں۔  
تجھ کو خوش کیا یا مجھے خوش کیا۔ تجھ کو دیکھا یا مجھے  
دیکھا۔ خواجہ وزیر

بیقراری دل کی کیا جانیں کہ ہر کوئے کئی  
ٹوٹوڑھٹا پھرتا ہے مجھ کو تاقہ آرام کا  
پاس اپنے دستگیر بہشت دے کیا مجھے  
حرف کا عقد ہے اٹھاتا ہے پویش ہوتا ہے

کیوں نہ اے شمشاد قد کہتے چمن آرا تجھے  
 ساگے سے ہر ہر قدم پیدا شجر ہونے لگا  
 : لے عوض سرے جرم و خطائے عجب کا  
 آئی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں  
 (جھک کر اور مجھے ہیں بہت نازک فرق ہے۔  
 جمع میں دکھو تمہیں، جھک کر ہیں) اُن کو (انہیں) آتی ہے جیسے تلو  
 دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔ تمہیں دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے  
 نہیں کیوں بولایا جھک کر کیوں بولایا۔  
 قداس کو کی جگہ تہیں مستعمل تھا مگر حال کے فصحا نے اسے  
 ترک کر دیا ہے اور یہ اتفاق غیر فصیح ہے اساتذہ حال کے کلام میں  
 نہیں ہے۔ جہن متوقع پر کوئی گونہ نہ کرنا فصیح ہے۔ جیسے گھر گیا تھا  
 باز کر گیا تھا۔ کام بنانا تھا۔ کوٹھی جاتا تھا۔ روٹی کھاتا تھا۔ بعض موقع پر  
 تو لکھنا غیر فصیح ہے۔ کس طرف کو جانے ہو۔ میرے کو نہیں معلوم  
 مجھے نہیں معلوم کہنا چاہیے۔  
 نفیس موقع پر ضایہ میں لوگ کو کا استعمال غلط کر جاتے ہیں جیسے  
 جھک کر آہ تم سب بجاؤ۔ اس طرح کہنا چاہیے۔ مجھے کہنا کہ تم چلے جاؤ۔  
 اچھا۔ نہ فریٹ کو نہ ملاست اور نہ خدا سنا۔ دونوں طرح پوسلے  
 ہیں۔ جیسے نہ فریٹ نہ فریٹ۔ یواری نہ فریٹ۔ نہ فریٹ نہ فریٹ۔ نہ فریٹ نہ فریٹ۔  
 نہ فریٹ نہ فریٹ۔ نہ فریٹ نہ فریٹ۔ نہ فریٹ نہ فریٹ۔ نہ فریٹ نہ فریٹ۔

صورتِ اول ہے۔

کلیہ مفعول مجہول میں علامت کبھی نہیں آتی۔ جیسے چور پکڑا گیا بیل بانہا گیا۔ جب مفعول فعل ہوتا ہے تو علامت ضرور آتی ہو جیسے اُس نے کاٹنے کو کہا۔ کھانا کھانے کو کہا۔ روزہ رکھنے کو کہا۔

فعل کے ساتھ جب (کو) آتا ہے تو وہاں واسطے اور بے کے معنی ہوتے ہیں۔ جیسے میں چلنے کو تیار ہوں۔ کبھی کو زیادہ بھی آتا ہو اور زینت کلام ہوتا ہے۔ جیسے آج کو حاتم نہ ہوا۔ نہیں تو تھاری سخاوت دیکھتا۔ یہاں (کو) فصیح اور بامحاورہ ہے۔

(پس) اوپر کا مخفف ہے عربی میں اعلیٰ اور فارسی میں بھی آتا ہے جیسے علیٰ مرتبہ مراتب۔ بر سبیل تذکرہ

قدما اوپر لکھنے سے جیسے تھارے اوپر احسان ہوگا۔ اب کہتے ہیں تم پر احسان ہوگا۔ نظم میں تخفیف بعد تخفیف کر کے لوگوں نے پہ لکھنا شروع کر دیا اور درحقیقت شاعری کی مشکلیں اس کی مقتضی بھی نہیں لیکن حال کے نصیحت نے غیر فصیح جھکڑ متروکہ قرار دیا۔ اردو میں (پس) کے تین معنی آتے ہیں۔ ایک اوپر کے جیسے جہت پر جاؤ۔ کتاب میز پر رکھو۔ دل پر ہاتھ رکھو۔ دوسرے لیکن اور اگر کے جیسے میں تو گیا تھا پر وہ نہیں ملے۔ یہ غیر فصیح ہے۔ تیسرے بعد کے معنی پر جیسے اُن کو مرنے پر لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ میں کے معنی پر بھی بولا جاتا ہے جیسے بول طاق پر رکھو۔ یعنی طاق میں رکھو۔



تک کے معنی پر بھی بولا جاتا ہو۔ جیسے دریا پر گیا تھا مکان پر گیا تھا  
جسطح اور حنہ کبھی کبھی مخدوم ہو جاتے ہیں پر کبھی نہیں مخدوم  
ہوتا۔ بعض فصحاء نے (پر کو) سے کے بدلے بھی لکھا ہے۔ اسیر

جگہ پائی ہے جب سے سایہ دیوار جاناں میں  
ہما کو رشک آتا ہے مرے بخت ہمایوں پر  
پر کا استعمال بعض جگہ غیر فصیح ہے جیسے گھوٹے پر سے گر پڑا  
کوٹھے پر سے اتر آؤ۔ اسے اسطرح بولنا چاہیے رگھوڑے سے گر پڑا  
کوٹھے سے اتر آؤ۔ اور درحقیقت بعض موقع پر دو علامتوں کا ایک  
جگہ جمع ہونا غیر فصیح معلوم ہوتا ہے جیسے گھر میں سے لے آؤ۔  
کوٹھری سے نکال لو۔ ہزاروں میں ایک چُن لو۔ مفعول اُردو میں  
ہمیشہ فاعل کے بعد آتا ہے۔

ظرف مکان ادھر ادھر۔ وہاں۔ کہاں کدھر۔ کس طرف  
پہچھے۔ اوپر۔ اندر۔ باہر کہیں سامنے طرف۔ منہ اُن کے ساتھ کو نہ بولتا  
چاہیئے۔ جیسے یہاں کو آؤ۔ کہاں کو جاتے ہو۔ وہاں کو نہ جانا۔ یہ سب  
غیر فصیح ہے۔ اسی طرح (میں) بھی غیر فصیح ہے۔ کس طرف وہ ملے گا۔  
سامنے میں بیٹھے ہوں گے۔ ادھر میں رکھا ہے۔ یہ سب  
واجب الترتیب ہیں۔ اس طرح بولنا چاہیئے۔ ادھر آؤ۔ یہاں آؤ  
کہاں جاتے ہو۔ وہاں نہ جانا۔ کدھر چلے۔ اندر بیٹھو۔ سامنے جاؤ۔  
کہیں نہ جانا۔ کس طرح وہ ملے گا۔ سامنے بیٹھے ہوں گے۔

## فعل کا بیان

فعل کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک لازم۔ ایک متعدی۔ لازم وہ ہے جس میں فاعل ہو اور مفعول کی ضرورت نہ ہو۔

متعدی وہ ہے جس میں فاعل اور مفعول دونوں کی ضرورت ہو ایسے فعل جن میں مفعول خارجی پایا جاتا ہے وہ ضرور متعدی ہیں جیسے تھوکتا۔ اس کا مفعول خارجی تھوک ہے۔ اس سبب سے یہ

متعدی حقیقی قیاسی ہے۔ اسکے علاوہ بوجھتا۔ سمجھتا۔ سوچتا جانا وغیرہ لازم یا متعدی سمعی ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں مفعول

ذہنی ہے اور جن میں نہ مفعول خارجی ہے نہ ذہنی جیسے آنا۔ جانا۔ وغیرہ یہ سب لازم حقیقی قیاسی ہیں۔

فعل کی دو حالتیں اور ہیں ایک صوری اور ایک معنوی۔ صوری حالت از روئے ترکیب و علامت الفاظ قائم کی جاتی ہے جیسے آنا مصدر ہے از روئے ترکیب اور علامت الفاظ اس لیے

کہ اس میں مصدر کی علامت آنا پائی جاتی ہے۔ اور یہی نشاۃ صرت میں معتبر ہے۔ صرتی بحث اُسی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

معنوی حالت یہ ہے کہ آنا مستقبل کے معنی پر بھی چلے میں بولا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے کہا تھا کل آنا۔ یعنی کل آئے گا۔ پس

ترکیب چلے کے وقت ہم معنوی حالت کا خیال کر کے خوی کاٹ

ہے اسے مستقبل بیان کریں گے۔ مگر درحقیقت از روئے صرف  
وہ مصدر ہے اور صرفی مستقبل نہیں کہہ سکتے۔ یا جیسے آرہنا کا ماضی  
قرب آرہا ہے۔ اور اکثر حال کے معنی دیتا ہے۔ صرفی لوگ اُسکو  
ماضی قریب ہمیشہ کہیں گے۔ بخوبی لوگ جملے کی ترکیب کرتے  
وقت اتنا کہیں گے کہ یہاں ماضی مینہ قریب حال بن گیا ہے۔ اسی طرح  
تمام صیغوں کے نام سہری علامتوں کے لحاظ سے پکائے جائینگے  
یہ معنوی ترکیب کے خیال سے۔

فعل ہمیشہ تابع ہوتا ہے اپنے فاعل کا۔ تذکر و تانیث واحد اور  
جمع میں یعنی اگر فاعل جمع مذکر ہیں تو فعل کو جمع بولیں گے جیسے  
وہ لوگ گئے۔ اور اگر فاعل جمع مؤنث ہیں تو فعل کو مؤنث بولینگے  
جیسے عورتیں آئیں۔ اگر فعل کے آخر میں کوئی دوسری علامت  
ہے تو علامت کی جمع کریں گے۔ جیسے چند عورتیں آئی ہیں لیکن  
مذکر ہیں بقاعدہ نہیں ہے وہاں فعل اور علامت دونوں کو جمع  
کریں گے جیسے چھ مرد گئے ہیں۔ پانی منے کی امید یہ سب چلے جاتے تھے  
ضامع کے صیغوں میں تذکر و تانیث کا کوئی فرق نہیں تھا  
جیسے اگر تم کو تو ہم دونوں عورتیں ساتھ چلیں۔ محمد ٹوٹے کسا  
رستم و قاسم میرے ساتھ چلیں عورت نے کہا میں آؤں۔ مرد نے  
کہا میں چاہوں۔ یاں فکر حقیقی یہاں بھی تذکر و تانیث کا مسروق  
نہیں ہے۔ وہ عورت آئے تو ہم۔ وہ مرد آئے تو ہم۔ کہنا

تو عورت آ۔ قوم دآ۔ تم عورتیں آؤ۔ تم مرد آؤ۔ اُن میں کسی نے فعل میں اخر قبول نہیں کیا۔ لیکن اغفال ترکیب میں فرق ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ چلی آئے۔ وہ چلا آئے۔ میں چلی آؤں۔ چلے آئیں۔ بعض وقت فعل کا استعمال لوگ غلط بھی کر جاتے ہیں جیسے جانا کی ماضی کیا ہے اور کرنا کی ماضی کیا ہے مگر لوگ بول اُٹھتے ہیں تم نے میرا کام ختم کر رکھا نہیں اُس نے تمہارا کیا کرا جو تم خفا ہوئے ع مرے یار کیوں دیر اتنی کری۔ ماضی کے تمام صیغوں میں ایسا استعمال ناجائز ہے یوں بولنا چاہیئے۔ تم نے کام ختم کیا کہ نہیں اس نے تمہارا کیا کیا جو تم خفا ہوئے ع مرے یار کیوں اس قدر دیر کی۔ مگر مضارع اور امر اور مستقبل اور حال میں ایسا استعمال جائز ہے جیسے اُس سے کہو کہ کام کرے دیر نہ کرے۔ تو اچھی عادت اختیار کر۔ تم کیا کرتے ہو۔ وہ کیا کرے گا۔

## ادب اُردو کا بیان

روزمرہ کی بات چیت میں اطراف کے بعض لوگ اپنے کلام میں شتر، گرہ لاتے ہیں۔ شتر گو بہ اس عیب کا نام ہے کہ ایک جگہ مخاطب کو تم یا تو بصیغہ واحد کہیں اور دوسری جگہ جمع بولیں جیسے آپ تشریف لاؤ۔ اس میں آپ جمع ہے اور لاؤ صیغہ واحد ہے۔ اس سبب سے خلاصہ اصول زبان ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ

آپ تشریف لائیں۔ یا آپ تشریف لائے۔ اسی طرح آپ نہیں آؤ گے بھی غلط ہے۔

گیا ہوا۔ دکھا ہوا۔ رکھا ہوا۔ اسم مفعول ہے جملے میں اس کا استعمال ظن زبان کے ساتھ فصیح ہے جیسے آجکل وہ باہر گیا ہوا ہے۔ اندوں اُس کا دل بچھا ہوا ہے۔ مدت سے چاقو طاق پر رکھا ہوا ہے۔ اگر اسم زبان ساتھ نہ ہو تو ہوا کو حذف کرنا بہتر ہے۔ جیسے وہ باہر گیا ہے۔ بخارا دل دکھا ہے۔ چاقو طاق پر رکھا ہے کبھی ہے کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ ورق کسی خوشنویس کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح گیا ہوا تھا۔ رکھا ہوا تھا۔ اسم زبان کے ساتھ فصیح اور غیر اسم کے ساتھ ہوا حذف کر کے بولنا بہتر ہے۔

جاتا ہوا۔ کھاتا ہوا اسم حالیہ ہے اس میں بھی کبھی ہوا کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے کوئی آتا جاتا ملا تو آپ کو آم بھجوا دوں گا۔

اسم مفعول اور اسم حالیہ میں فرق ہے۔

حالیہ فوج بھاگتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

اسم مفعول بھاگی ہوئی فوج کل آئی ہے۔

سوا عربی کا لفظ ہے۔ فارسی دالے جب اس پر اضافت لگتا

ہیں تو بجائے اضافت ایک (ے) بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے آخر میں الف ہو گا اُس پر اضافت آئیگی تو ایک (ے) اظہار اضافت کے لیے لگائی جائے گی۔ جیسے سولے دل

میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح سوائے غم سوائے رنج بولتے ہیں۔ لیکن بعض اُردو الفاظ کے ساتھ بھی سوا میں آگے آئے بے ضرورت اضافہ کر کے بولتے ہیں۔ جیسے "سوا" چچا کے میرا کوئی دوست نہیں یہ صورت استعمال بالکل غلط ہے۔ سوا بولنا چاہیئے۔

ماضی قریب کو بعض لوگ مستقبل بنا کر بولتے ہیں جیسے آئے ہیں گے۔ گئے ہیں گے۔ یہ ناجائز ہے۔ آئے ہیں۔ گئے ہیں بولنا چاہیئے۔ ایسے کیسے حروف صفات ہیں اُن کو اس طرح بولنا چاہیئے۔ یہ آم کیسے ہیں۔ ایسے ٹھکے خرپرے لانا بعض لوگ اُن کا غلط استعمال کرتے ہیں جیسے میں کیسے آؤں پانی جیسا ہے یہ قابل احتیاط ہے۔ یوں بولنا چاہیئے۔ میں کس آؤں یا میں کیونکر آؤں۔

آکر کے۔ کھا کر کے۔ جا کر کے بولنا غیر فصیح ہے آکر اور آکر بولنا چاہیئے لیکن اگر دو فعل مرکب نہیں بلکہ ایک رسم اور ایک فعل ہے تو کر کے بولنا فصیح ہے۔ جیسے خیال کر کے۔ تصور کر کے۔ اذکار کر کے۔

ایک دم نکل جاؤ۔ خلافت ہمارے ہے فوراً نکل جیسا اور ابھی نکل جاؤ بولنا چاہیئے ایک دم۔ رفتہ رفتہ سے نپاؤ کہہ چکا ہوں۔ یہ بھی خلافت محاورہ اور قابل احتیاط ہے۔ کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ براہِ کرم چکا ہوں بولنا چاہیئے۔ براہِ کرم نہ کہ براہِ کرم۔ براہِ کرم کے جاتے ہیں۔ بھی غیر فصیح ہے براہِ کرم کہتے آئے ہیں۔ براہِ کرم کہتے ہیں بولنا چاہیئے۔ جس طرح ہے۔ اس طرح ہے۔ اس میں ہے زیادہ ہے اس کو



تو جانا چاہتا ہوں کہیں گے۔ اور اگر اطلاع یا حکم ہوگا تو اس طرح  
 بولیں گے۔ میں اب جایا چاہتا ہوں۔ قرار پانا۔ آرام پانا کے معنی  
 پر متعدی ہے۔ جیسے میرے دل نے قرار پایا۔ اور قرار پانا طے ہونا  
 فیصلہ ہونا۔ کے معنی پر لازم ہے۔ جیسے یہ امر قرار پایا۔ آنے کا  
 جانے کا۔ مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے میں کہیں جانیکا نہیں  
 وہ ہرگز آنے کا نہیں۔ اسی طرح سب مصادر مستقبل بن سکتے ہیں۔  
 اضافت کا حرف مذکر کے واسطے کا۔ مونث کے لیے کی ہے مگر حال کے  
 بعض ناواقف لوگ اسے یاے مہول سے بولتے ہیں جیسے تھو کے  
 ایک لڑکی ہے۔ احمد کے ایک بکری ہے۔ یہ وجہ التکرار ہے۔  
 پختہ پل جسے ریل سے ۵۴ فٹ کے فاصلہ پر پختی طرف صیغہ تعمیر  
 گوینٹ پنجاہ نے بنایا ہے اس میں پختی بالکل غلط ہے اور  
 اپنے معنی کے خلاف بولا گیا ہے۔ نیچے کی طرف لکھنا چاہیے۔  
 بلّا۔ ایک حرف ہے آدھا فارسی۔ آدھا عربی۔ اس کو لوگ  
 فارسی۔ عربی۔ اردو الفاظ کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔ جیسے بلا اطلاع  
 چلے گئے۔ بلا ضرورت نہ آؤ۔ بلا کہے سنے روانہ ہو گئے۔ بلا دریافت  
 کیے نہ مانا۔ یہاں بلا غیر ضروری اور غیر فصیح ہے۔ صرف بے اطلاع  
 بے دریافت۔ بے ضرورت۔ بے اجازت بولنا چاہیے۔ تا عربی لفظ ہی  
 نہیں کے معنی پر فارسی لفظ کے ساتھ اس کا استعمال ناجائز ہے  
 اس لیے کہ کوئی زبان غیر زبان کے حرف ربط کو ذرا کم نہیں کرتی۔



جیسے اچا۔ بولنا بالکل ناجائز ہے۔ اُسے ناچار کہنا چاہیے ہاں عربی الفاظ کے ساتھ لانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسے لاریب ملاکلام فارسی کے ایسے الفاظ جن کا بدل فصیح موجود ہے ترکیب اضافی سے اُردو میں لانا معیوب ہے۔ جیسے چلی ہے۔ جب یہ ٹھنڈی باد تب میخہ خوب آیا۔ یہاں باد خنک یا ٹھنڈی ہوا لکھنا چاہئے تھا۔ نشی رام کو مجھے لینے کے لیے بھیج رکھا تھا۔ اس میں مجھے لینے کے لیے غلط ہے میرے لینے کے لیے کہنا چاہئے۔ بھیج رکھنا خلاف محاورہ اور غیر فصیح ہے بھیجا تھا۔ یا بھیج دیا تھا کہنا چاہئے۔ ہمیں کہا گیا کہ سیدھے گھروں کو جائیں۔ یوں کہنا چاہئے ہم سے کہا گیا کہ سیدھے اپنے گھر جاؤ۔

امیر کا تذکرہ محض عثمانیہ کہ برسبیل داستان۔ اس میں نہ کہ غیر فصیح ہے۔ صرت (نہ) بولنا چاہئے۔ کات زائد ہے۔

آخری ہے کا حکم دیا ہے۔ غلط ہے۔ آخری جملے کا حکم دیا ہے اگر مجھے تھارا یا تھارے۔ نقا کا خوت ہوتا تو میں تم سے حلف نے لیتا کہ میرے برخلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ گے برخلاف غیر فصیح ہے خلاف چاہئے۔ نہ اٹھاؤ گے خلاف محاورہ نہ اٹھانا صحیح اور فصیح ہے۔

ایک دفعہ ایک جلیل القدر انگریزی افسر نے مجھے کہا کہ میں فارسی پڑھا چاہتا ہوں اسے آئینہ بولنا چاہئے مجھے کہا کہ میں فارسی



# علمی ادبی حسنائی کتب

- کلیات میر۔ استاد مسلم البتوت ملک الشعر میر محمد تقی میر مرحوم دہلی کا تمام کلام میر
- کلیات سودا۔ ملک الشعر اجاں استاد مرزا رفیع السوا مرحوم دہلوی کا کلام میر
- کلیات انشا۔ میر انشاء اللہ خان انشا دہلوی کا تمام و کمال کلام میر
- کلیات صفد۔ نواب رفیع الرحمن صفد دارالامین تملیذہ غالب کا کلام غالب کے رنگ میں میر
- کلیات ناسخ۔ شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے ہر دہ دیوان
- کلیات یوسن۔ حکیم یوسن خاں یوسن دہلوی کا کلام
- کلیات آتش۔ خواجہ عبد علی آتش مرحوم کے ہر دہ دیوان
- دیوان امیر۔ ششی میر احمد امیر مٹائی کا پہلا دیوان
- دیوان وزیر۔ خواجہ وزیر علی وزیر مرحوم کا پاکیزہ دیوان
- دیوان نسیم۔ اصغر علی خان نسیم دہلوی کا کلام
- خورشید محشر۔ مرزا کاظم حسین محشر لاہوری کا دیوان
- دیوان ہفتہ۔ سید شمس الدین ہفتہ لاہوری کا دیوان
- دیوان غریب۔ نواب عبدالغریب خان کا کلام
- دیوان لیلیہ۔ نواب احمد اڈہا در لیلیہ شمس بانہ کا کلام
- دیوان غالب۔ مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم دہلوی کا کلام
- نور آرزو۔ حضرت علی رضا نقیبہ اسلام
- دیوان ہستی۔ مرزا مسیتا بیگم ہستی آتش کا کلام
- کلام جمیت۔ حاجہ حکیم بیگم جمیت ہندی کا کلام
- آتشا بہ محشر۔ مجددہ قصا بیگم آتش کا کلام

# تہذیب و ادب کے لیے اردو کی عیسیٰ عشرت لکھنؤ

مذکورہ آب و ہوا - مشابہت - دینی و دنیوی کی دیکھ کر یہ سوا سحران نشان  
 مرزا تہذیب کلام معہ نختہ عشرت صم اول غیر صم دوم غیر صم سوم صم  
 قواعد میر - ملک الشعر میر تقی میر جوم کے سینہ بسینہ اردو زبان کے صرخی و کجی قاعدے  
 یہ جو اہرین جن کو ملک الشعر نے اپنے فرزند میر کلوعرش کو بطور ورنہ عنایت فرمائے  
 تھے اور انھوں نے اپنے سعادتمند شاگرد کو آخر وقت میں تفویض کیے اس میں صمد کی بحث بہت  
 واضح ہو اور تذکرہ نایت کے ایسے بیڑ کلمات میں جو آج تک ان اردو میں نہ تھے۔ ہر  
 صلاح زبان اردو - مترک لفاظ و محاورات کی تحقیق عمدہ نامحسوس میر بیانی کے  
 زمانہ تک جتنے الفاظ و محاورات ملے ہوئے ہیں ان سب کا مفصل بیان قیمت ۲۰  
 زبانہ انی - اردو زبان کے مبسوط و مستند قاعدے فصیح و غیر فصیح الفاظ کی حالت  
 تحقیق نہایت سیدیں زبان میں قیمت .....  
 شاعری کی پہلی کتاب اردو زبان میں فن عروض کی عام فہم کتاب شاعری کا معلم  
 شاعر گوئی کا قانون نقلیہ لکھنے کا آئینہ سخن - آئینہ معارف - شاعری - اور ان کی  
 کسوٹی - جس کے مطابق ہر شاعر کی پیمائش کی جاسکے کامل شاعر بن سکتا ہو قیمت ۲۰  
 بھولی - شریں ویرین کی تعلیم کی ضروری کتاب خاص محاورات اردو زبان میں  
 قدیم طرز عبارت - خانہ آئینہ گوئی و نظم و نثر کا نقشہ - خاص واری کے اصول  
 تربیت کے معرکہ - پہلے اردو زبان کے صم اول و صم دوم .....  
 مکتبہ خزانہ - مذاقیہ و معارف کی لکھنؤ کے کتب خانہ و معارف  
 دلی کا سیکرین فہم لکھنے کا پتہ لکھنؤ کی صحت و غیر زبان میں قیمت ۲۰

چاکر کتب خانہ محمد علی لکھنؤ پتہ اسلام آباد خانہ ان لکھنؤ و طلبہ لکھنؤ